Al-Āfāq, Vol.: 02, Issue: 02, Dec-2022
PP: 216-239

OPEN ACCESS
Al-Āfāq
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

مشائخ چشت کے ملفوظات میں تفسیری افادات کا منتخب تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of the exegesis in the context of Saints of Chisht in the light of selected interpretations

Muhammad Hussain
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies,
Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.
Ataur Rehman
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan.

Abstract

The first source of Islamic teachings is the Holy Qur'an. The scholars of Islam have been interpreting it and make it comprehensible for the people of their eras. The Sufis (mystics) of the Chisht chain have been preaching the message of Islam in easy understandable way to the people on the basis of Holy Qur'an and Sunnah. They taught the Qur'anic verses to wide audience and used to interpret them in a traditional way. In this study, the exegeses of Mashaikh Chisht have been analyzed along with the interpretations of their books. Exegeses of Khwaja Usman Haruni, Khwaja Moinuddin Chishti, Khwaja Fariduddin Masood Chishti and Khwaja Nizamuddin Auliya are analyzed in the light of selected books of Tafsir. These books of Tafsir include Tafsir Al Tabari, Tafsir Rooh Al Maani, Tafsir Kshaf Zamakhshri, Tafsir Qurtubi, Tafsir Rooh Al Bayan, Tafsir Qashiri, Tafseer al-Razi, Tafseer Baghwi, Tafseer Bayzawi, Tafseer Dar al-Manthor, Tafseer Nasafi, Tafseer Al-Shafi'i and Tafseer Al-Mawardi. This is an analytical study. Data is gathered from secondary sources; books, articles and online sources. The study suggests that the exegetical evidences described in the appendices of Mashaikh Chisht are similar to the books of tafaseer.

Keywords: *Exegeses, Saints Chisht, Tafsir Appendices, Khwaja Usman Haruni, Khwaja Moinuddin Chishti, Khwaja Fariduddin Masood Chishti, Khwaja Nizamuddin Auliya.*

تعارف :

ملفوظات اہل اللہ کی نشستوں میں بیان کردہ الفاظ کا مجموعہ ہیں، جن میں قرآن وسنت کی تعلیمات، آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، شرائع ما قبل، علم الفقہ، اصول فقہ، تصوف، اُصولِ تصوف اور کلامی بحثوں کے ساتھ ساتھ اکابر صوفیاء کرام کے طرز حیات کو بطور اسوہ بیان کیا گیا ہے، تاکہ متاخرین کے لیے ذریعہ ہدایت ثابت ہو سکے۔ شیخ کی طرف سے اجازت کے ساتھ انہیں رقم کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں مشائخ چشت کی تعلیمات کو جمع کرنے کا یہ بے مثال طریقہ تھا۔ مشائخ چشت کے ملفوظات کی تشریحات، ریسرچ پیپرز اور مختلف کالم نگاروں کے اظہارِ خیالات، آن دی رکارڈ موجود ہیں۔ بعینہ مختلف زبانوں میں یعنی فارسی، اردو، اور عربی میں شائع کیے جا چکے ہیں۔ مشائخ چشت جب اپنے متعلقین میں کلام فرماتے تھے تو قرآنی آیات کی تلاوت کرنے کے بعد اُس کی تفسیر فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ملفوظات میں متعدد مقامات پر تفسیری افادات دیکھنے کو ملتے ہیں، جن کی کُتب تفاسیر کے ساتھ مماثلت ہے۔ اس تحقیقی مسودہ میں حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ فرید الدین چشتیؒ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات میں سے تفسیری نکات کو لیا گیا ہے اور ان کی کُتب تفاسیر کے ساتھ مطابقت و موافقت کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے، یعنی ملفوظات میں بیان کردہ تفسیری افادات غیر روایتی اندازِ تفسیر سے مُبرہ ہیں۔ جس منہج تفسیر کو مشائخ چشت نے اپنایا تھا، وہی طرزِ تفسیر کُتب تفاسیر میں پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فوائد الفواد میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر تفسیر ناصری یعنی تفسیر بیضاوی اور تفسیر زمخشری یعنی کشاف کا تذکرہ کیا ہے ۔ مشائخ چشت کے ملفوظات میں سے تفسیری افادات کی تخریج کے بعد کُتب تفاسیر یعنی تفسیر روح المعانی، تفسیر زمخشری، تفسیر قرطبی، تفسیر طبری، تفسیر القشیری، تفسیر تستری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر عبد الرزاق، تفسیر ابن جزی، تفسیر الکبیر، تفسیر الماوردی، تفسیر درالمنثور، تفسیر النسفی، تفسیر السمنانی اور تفسیر امام الشافعی وغیرہ میں سے اُنہی آیات کی تفاسیر کو بیان کرنے کے بعد تجزیہ کیا گیا ہے۔ گو کہ مشائخ چشت کے ملفوظاتی ادب پر مختلف مناہج کے اعتبار سے بیشمار کام کیا جا چکا ہے جیسے علامہ اخلاق حسین دہلوی صاحب کی کتاب "آئینہ ملفوظات" ہے، جس میں تحقیق و تنقید کی روشنی میں مشائخ چشت کے ملفوظات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ علامہ صاحب نے اس کتاب میں خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ کے ملفوظات پر مبنی کتاب "فوائد السالکین" اور حضرت خواجہ فرید رحمہ اللہ کے ملفوظات پر مبنی کُتب "اسرار الاولیاء" اور "راحت القلوب" پر تحقیقی اور تجزیاتی و نقیدی کام کیا ہے اور یہ کتاب کُتب خانہ انجمن ترقی اُردو، جامع مسجد دہلی سے شائع کی گئی ہے۔ بعینہ اپریل 2022 کو مولانا ناصر الدین جمالی مدنی عطاری صاحب نے اسلامک ریسرچ سینٹر دعوتِ اسلامی کے ماتحت ایک ریسرچ آرٹیکل "بزرگوں کے ملفوظات کی اہمیت" کے نام سے شائع کیا ہے جس میں بالعموم

ملفوظات کی اقسام اور بالخصوص ملفوظات کی اہمیت وضرورت پر کمال گفتگو کی ہے۔"فوائد الفوائد کا علمی مقام"، مفسر قرآن، مولف کتب کثیرہ، مولانا سید اخلاق حسین قاسمی کا بے مثال علمی و تحقیقی کام ہے، فوائد لفوائد در حقیقت حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کے ملفوظات ہیں، مولانا سید اخلاق حسین قاسمی صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں اہم نکات کی وضاحت فرما کر طالبین کے سمجھنے کے لئے آسانی کر دی ہے۔ بعینہ "نقد ملفوظات "پروفیسر نثار احمد فاروقی کی کتاب، تصوفِ اسلامی اور برصغیر کے صوفیائے کرام کے حالات، ملفوظات پر تنقیدی و تحقیقی مضامین پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اہل اللہ کے طریقہ تبلیغ جو خالصاً نبوی اسلوُب ہے، اُسے بیان کیا ہے۔ پہلے ہی باب میں فوائد الفواد سے ایک اقتباس لیا ہے جس میں خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ ایک آیہ مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک مہمان سائل کو دعوتِ حق دے رہے تھے۔ اہل اللہ کے قرآنی و سنت کے شغف کو کمال بیان کیا ہے۔ لاہور گیریزن یونیورسٹی لاہور میں ایم فل کے معیار پر کروایا جانے والا تحقیقی کام، جس کا عنوان ہے "نصیحت امراء وملوک پر اسلامی ادب کا تجزیاتی مطالعہ اور عصری معنویت" ہے۔ اس مقالہ میں مقالہ نگار نے مشائخ چشت کے ملفوظات میں سے امراء وملوک کو کی جانے والی نصیحتوں کی عصری معنویت کو واضح کیا ہے اور ملفوظاتی مٹیریل کے لیے جن کُتب سے استفادہ کیا ہے اُن میں ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی بنام فوائد السالکین، ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری بنام دلیل العارفین، ملفوظات خواجہ کُتب الدین بختیار کاکی بنام فوائد السالکین، ملفوظات خواجہ فرید الدین بنام اسرار اولیاء، ملفوظات خواجہ نظام الدین بنام فوائد الفواد، ملفوظات خواجہ نظام الدین بنام راحت المحبین، ملفوظات خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی بنام مفتاح العاشقین شامل ہیں۔ گویا مشائخ چشت کے ملفوظاتی ادب پر کافی تحقیقی وتنقیدی کام موجود ہے مگر ملفوظات میں سے تفسیری افادات کا کُتب تفاسیر کے ساتھ تجزیاتی اعتبار سے کوئی بھی کتاب یا تحقیقی مقالہ یا آرٹیکل کی صورت میں کام موجود نہیں ہے چناچہ اس فقدانی کیفیت کو پُر کرنے کے لیے اس مقدس کام کر سرانجام دیا گیا ہے تاکہ اہل اللہ کے مقدس ادب کے ذریعے دراصل قرآن وسنت کی تعلیمات کے تشہیری پہلو میں حصہ ڈالا جاسکے۔ ملفوظاتی ادب کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ہندوستان میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی تھی اُس وقت چشتی صوفیاء کرام اپنی مجلس میں آنے والوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیا کرتے تھے، عظیم محقق علامہ اخلاق حسین صاحب نے لکھا:

> "ملفوظات مجموعہ ہوتے ہیں، ان بیانات کا جو اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی رغیب وتحریص کے لیے صوفی بزرگ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے مجمع میں بیان کرتے ہیں، سامعین کی روحانی ترقی کا باعث بنتے ہیں، جس میں اکابر اولیاء کا تذکرہ، جو اثر وتاثیر کو دوبالا کر دیتا ہے"[1]

گویا ملفوظات مذہبی ادب میں بہت اہمیت کے حامل ہیں، غیر جانبدارانہ انداز میں اگر تاریخ اسلام کو دیکھا جائے، تو انبیاء علیہم السلام کا اپنی

[1] علامہ اخلاق حسین دہلوی، آئینہ ملفوظات (دہلی، کُتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد، 1403ھ)، ص:29

قوموں کے درمیان بیٹھ کر مذہب حق کی تعلیم دینا ملفوظاتی ادب کی طرف اشارہ ہے، یہی سلسلہ چلتا ہوا نبی مہربان ﷺ تک آیا، آپ ﷺ کی بارگاہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف لاتے، آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے کلمات سے مستفیض ہوتے تھے، آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ صحابہ کرام اوراُن کے بعد تابعین سے تبع تابعین اور بعد میں آئمہ مجتہدین اور اہل اللہ یعنی صوفیاء کرام سے جاری وساری ہوا، گویا ملفوظاتی ادب جو قرآن وسنت کے تابع ہو قابل حجت ہے۔ خواجگانِ چشت جب متعلقین میں جلوہ افروز ہوتے تھے، تو قرآنی آیات اوراُن کی تفسیر اُن کی گفتگو کا مرکز ہوا کرتی تھیں، جیسے حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ نے ایک مجلس میں "جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا"[2] کی تفسیر کرتے ہوئے امام شافعیؒ کے ایک قول کو بیان کیا۔ بقول امام شافعیؒ:

"پیغمبری فرستادہ است کہ دربہشت یکمرد بمقدار صد مرد طعام خوردوصدکرد بعیال خود صحبت کند"[3]

یعنی جنت میں لوگ اپنے آباواجداد کے ہمراہ ہونگے۔ درجات کے مطابق اُن کی ترقی کی جائے گی۔ انہیں اس طرح قضائے حاجب نہیں ہوگی جیسے دنیا میں ہوتی ہے۔ وہ بہشت میں جوان اور ہمیشگی والی یعنی دائمی حیات سے نوازے جائیں گے۔ خواجہ صاحبؒ نے یہ تفسیر امام شافعیؒ کے ایک قول سے فرمائی ہے۔ یہی نظریہ، یہی مفہوم جنت کے نظاروں کا ایک ایسی تفسیر جسے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے، اُس میں موجود ہے:

"ومن جملتها جَنَّاتُ عَدْنٍ ودار اقامة وخلود ومنزل كشف وشهودهم يَدْخُلُونَهَا اصالة واستحقاقا وَيدخل ايضا بشفاعتهم وتبعيتهم مَنْ صَلَحَ لصحبتهم ورفاقتهم مِنْ آبائِهِمْ وَأَزْواجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وممن ينتمى إليهم وكذا من استرشد منهم واهتدى بهدايتهم من اهل الطلب والارادة وَحين استقروا وتمكنوا فيها يزورهم الْمَلائِكَةُ ويطوفون حولهم ترحيبا وتعظيما"[4]

ان میں سے ہی جنت عدن ہے یعنی ایسا گھر ہے جو ان کے لیے ہمیشہ کی رہائش گاہ ہو گا وہ اس میں اصالۃً اور استحقاقاً داخل ہوں گے اور ان کی شفاعت سے اور ان کی اتباع میں وہ بھی داخل ہوں گے جو ان کی صحبت ورفاقت کی وجہ سے اس کی صلاحیت رکھتے ہوں گے یعنی ان کے باپ دادے، ان کی بیویاں اوران کی اولاد اور جو ان کی طرف منسوب ہیں اور جب یہ حضرات وہاں مستقل رہائش پزیر ہوں جائیں گے تو پھر فرشتے ان کی زیارت کے لیے آئیں گے انہیں مرحبا کہیں گے ان کی تعظیم کریں گے۔ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ کا تفسیری منہج ، غیر روایتی نہ تھا، بلکہ روایات کے عین مطابق تھا۔ آپؒ نے ہندوستان کے رہنے والوں کو قرآنی آیات کی ایسی تفسیر عطاء کی، جس میں آثار صحابہ، شرائع ماقبل، فقہاء کرام کی آراء کے ساتھ ساتھ حدیثی اعتبار سے بھی محفوظ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اسی آیہ مجیدہ کے ایک ٹکڑے

---

[2] القران، الرعد13:22

[3] انیس الارواح، ص:27

[4] شیخ عبد القادر جیلانی، الفواتح الإلهية والمفاتح الغيبية الموضحة للكلم القرآنية والحكم الفرقانية، دار ركابي للنشر الغورية:(مصر)، ج:1، ص:394

کی تفسیر میں آپؒ نے فرمایا ہے:

"بہشتیان آرزو کنند کہ مادر وپدر خودرابہ سنند براسپان سوار شوند ودرقصرہای ایشان"[5]

"یعنی جب ماں باپ اور فرزند ایک دوسرے کو ملنا چاہیں گے تو بہشتی گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کے محلوں میں جائیں گے"

اب یہ الفاظ کسی مفسر نے بیان نہیں کیے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ جنت کے متعلق ایسا نظریہ کہاں سے لائے ہیں کہ فرزندان، جنت میں اپنے آباء کو گھوڑوں پر سوار ہو کر کے ملنے جائیں گے۔ یہ دراصل نبی ﷺ کی حدیث ہے، امام ترمزی نے لکھا:

"عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ فِي الجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ؟ قَالَ: إِنِ اللَّهُ أَدْخَلَكَ الجَنَّةَ، فَلَا تَشَاءُ أَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلَى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيرُ بِكَ فِي الجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ إِلَّا فَعَلْتَ"[6]

"حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر تمھیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کیا تو اگر تم چاہو گے کہ سرخ ہیروں والے گھوڑے پر تمھیں سوار کیا جائے اور وہ جنت میں تمھیں لے کر جہاں تم چاہو اڑے تو ایسا ضرور ہو گا"

گویا اس حدیث کے زمن میں خواجہ صاحبؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ چونکہ والدین اوراُن کی اولادیں جنت میں ایک دوسرے سے ملیں گے، اوراگر فاصلہ ہوا تو جنتی گھوڑے جو پہلے ہی سے جنتیوں کو میسر ہوں گے، وہ ان پر سوار ہو کر اُن تک جائیں گے۔ یہ منہج تفسیر قرآن بالحدیث ہے جو تفسیر قران بالقرآن کے بعد شمار کیا جاتا ہے اور تفسیری مناہج میں نہایت معتبر اور مستند منہج ہے۔ متعدد مفسرین کرام نے اس منہج کو اپنایا ہے، اگر قدیم سلسلہ تفسیر کو دیکھا جائے تو یہ منہج زیادہ مروج تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتاب کو فرمانِ رسالت مآب ﷺ کے آئینے میں سمجھتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ یہ منہج قابل تحسین ہے۔ آپؒ کے اندازِ تفسیر میں ایک اور بات دیکھنے کو ملی ہے کہ جس طرح آثار صحابہ کرام آپؒ کی تفسیر کا حصہ ہیں بعینہ آثار اولیاء کرام اور اہل اللہ کی آراء کے مطابق بھی تفسیر فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ سے مستفیض، آپؒ کے تلامذہ میں خواجہ معین الدینؒ کا نام قابل ذکر ہے آپؒ کے ملفوظات دلیل العارفین میں رقم ہیں۔ آپؒ نے ایک مقام پر خواجہ ابو اللیثؒ (چوتھی صدی ہجری کے مفسر، محدث، فقیہ، فلسفی اور مورخ تھے، علماء کرام میں آپؒ کو فقیہ اور امام الھدی کے لقب سے پکارا جاتا تھا) کی تفسیر میں سے ایک نقطہ بیان کیا کہ:

"سنتہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نگزارد و تجاوزکنداد شفاعت بی بہرہ ماند"[7]

---

[5] انیس الارواح، ص:27

[6] محمد بن عیسی بن سَوْرة بن موسی بن الضحاک، الترمذي، سنن الترمذي، ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة خیل الجنة، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابي الحلبي (مصر)، ج:4، ص:681، رقم الحدیث:2543

[7] دلیل العارفین، ص:3

"مجو شخص سنت نبوی ﷺ ادا نہیں کرتا اور تجاوز کرتا ہے وہ شفاعت سے بے بہرہ رہے گا"[8]

خواجہ صاحبؒ کی بیان کردہ مذکورہ تفسیر، ہمیں متعدد احادیث اور مفسرین کی آراء سے ملتی ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَا تَنَالُهُمَا شَفَاعَتِي : سُلْطَانٌ ظَلُوْمٌ غَشُوْمٌ وَغَالٌ فِي الدِّيْنِ"[9]

"میری امت کے دو قسم کے لوگوں کو ہرگز میری شفاعت نہیں پہنچے گی: ظالم جابر حکمران اور دین میں غلو کرنے والا شخص"

یعنی جو تفسیر خواجہ سمرقندیؒ کی خواجہ صاحبؒ نے ملفوظات میں بیان کی ہے، بعینہ اس حدیث میں انہی الفاظ اور اسی مفہوم کے ساتھ بیان کی جارہی ہے۔ یعنی دین متن سے مراد سنت ہی ہے، جس میں غلو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو گوارا نہیں ہے اور اس گناہ کی سزا کے طور پر شفاعت سے محروم کر دیا جائے گا۔ اسی مفہوم کے ساتھ مسلم و بخاری، سنن ابی داؤد شریف، ابن ماجہ شریف اور ایسی اور معتبر کُتب میں یہ حدیث موجود ہے۔ گویا خواجہ صاحبؒ نے ابو اللیث سمرقندی کے تفسیری نکات کو اپنے ملفوظات میں بیان کیا، آپؒ کا تفسیری منہج تفسیر قرآن بالحدیث تھا۔ قرآن حکیم کی سورہ ماعون کے ایک لفظ "وَیْلٌ" کی تفسیر میں ایسا مفہوم بیان کیا ہے جو مفسرین کرام نے ذکر نہیں کیا۔ تفاسیر میں روح المعانی، طبری، تفسیر الدر المنثور، تفسیر ابن کثیر، تبیان القرآن، تفسیر نعیمی، تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر قرطبی، تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری، تفہیم القرآن، تفسیر جلالین، صراط الجنان اور اس جیسے اور بھی مفسرین کا خیال ہے کہ:

"عَن ابْن عَبَّاس {فويل للمصلين الَّذين هم عَن صلَاتهم ساهون} قَالَ: هم الْمُنَافِقُونَ يراؤون النَّاس بصلاتهم إِذا حَضَرُوا ويتركونها إِذا غَابُوا ويمنعونهم الْعَارِية بغضاً لَهُم وَهِي الماعون"[10]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی کہ ویل سے مراد ہو منافقین ہیں جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنی نمازیں پڑھتے ہیں، جب حاضر ہوں اور جب غائب ہوں تو انہیں ترک کر دیتے ہیں اور لوگوں سے بغض رکھتے ہوئے ادھار کوئی شے نہیں دیتے، اور یہی الماعون ہیں"

"عَن عَليّ بن أبي طَالب قَالَ: الماعون الزَّكَاة الْمَفْرُوضَة يراؤون بصلاتهم وَيمْنَعُونَ زكاتهم"

"حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول ہے کہ الماعون سے مراد زکوۃ مفروضہ ہے یعنی وہ اپنی نماز کے ساتھ ریاکاری کرتے ہیں اور اپنی زکوۃ نہیں دیتے"

"عَن ابْن مَسْعُود قَالَ: كُنَّا أَصْحَاب مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم نتحدث أَن الماعون الدَّلْو وَالْقدر والفأس وَلَا يَسْتَغْنِي عَنْهُن"[11]

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اصحاب محمد رسول اللہ ﷺ بیان کیا کرتے

---

[8] دلیل العارفین، ص:6

[9] أبو القاسم الطبراني، المعجم الكبير للطبراني، مكتبة ابن تيمية: (القاهرة)، ج:20، ص:213، الرقم الحديث 495

[10] تفسیر در المنثور، ج:8، ص:642

[11] تفسیر در المنثور، ج:8، ص:644

تھے کہ الماعون سے مراد ڈول، ہنڈیا، کلہاڑا اور دیگر ضروریات کی اشیاء ہیں"

گویا مفسرین نے "ویل" سے مراد روزمرہ کی اشیاء کی طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً، نمک، پانی، کوئلہ، لوہا، ہنڈیا، کلہاڑا اور ڈول وغیرہ۔ مگر خواجہ صاحبؒ نے "ویل" سے مراد فرمایا ہے:

"یعنی چنان باشد کہ ویل چاہی ست اندر دوزخ دگروہی گویند کہ وادیست اند دوزخ دران وادی عذاب سخت"[12]

"ویل دوزخ میں ایک کنواں ہے بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی ایک وادی ہے جس میں سخت سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ نے یہ نقطہ کہاں سے پیش فرمایا ہے۔ قران حکیم میں ایک اور مقام پر اسی مضمون کو یوں بیان کیا گی ہے:

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا"[13]

"پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا، (گویا اسے کھو دیا) اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے، سو عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی"

بغور دیکھیے تو اس آیہ مجیدہ میں بھی وہی نوعیت ہے جو سورہ ماعون والے نمازیوں کا حال بیان کیا گیا ہے اور اُن کے سزا "ویل" ہے، ادھر سورہ مریم میں یہ بھی اپنی نمازوں کے معاملے میں غافل بیان کیے گئے ہیں، سورہ ماعون والوں کی طرح ہیں جنہوں نے جان بوجھ کر اپنی نمازیں ضائع کیں۔ اور ان کے لیے "غیا" بطور سزا بیان کیا گیا ہے، یہ غیا کیا ہے؟ مفسرین نے لکھا:

"وهو اسم واد من أودية جهنم"[14]

"اور یہ جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام ہے"

بعینہ صاحب تفسری مدارک التنزیل نے لکھا:

"غیا" یہ دوزخ میں ایک وادی ہے جو اُن لوگوں کے لیے ہے جو نمازوں کے معاملے میں غافل ہیں"[15]

اب پھر ایک اور سوال ذہن میں آتا ہے کہ "غیا" کو تو مفسرین نے جہنم کی وادی کہہ دیا ہے، خواجہ صاحب نے "ویل" کو جہنم کی وادی کیسے فرمادیا ہے، جس طرف کسی بھی مفسر نے اشارہ نہیں کیا ہے، تو اس کے جواب میں فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے، ارشاد ہے: مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

---

[12] دلیل العارفین، ص:12

[13] مریم 19 : 59

[14] محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن (تفسیر الطبری)، مؤسسة الرسالة، 1420ھ، ج:18، ص:217

[15] عبداللہ بن احمد بن مسعوس النسفی، تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل، فرید بک سٹال: (لاہور)، ج:2، ص:489

"وَيْلٌ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ يَهْوِي فِيهِ الْكَافِرُ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ قَعْرَهُ"[16]

"ویل" سے مراد ایک گہری وادی جہنم میں جس کے اند کفار کو ڈالا جائے گا، اور انہیں اس میں پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے"

گویا خواجہ صاحبؒ کے تفسیری نکات نہ صرف تفسیر قرآن بالقرآن پر مبنی ہیں بلکہ تفسیر قران بالحدیث سے بھی لبیرز ہیں، معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ وسیع النظر تھے، آپؒ چونکہ صاحب بصیرت تھے، آیات کی تفسیر کرتے ہوئے، آپؒ کی نظر میں مفسرین کرام کی آراء بھی ہوتی تھیں اور ذخیرہ حدیث بھی ہوتا تھا۔ پھر بعض دفعہ آپؒ تفسیر کرتے ہوئے خیال فرماتے کہ ایسا ہی مضمون قرآن میں کہیں اور بھی ہے کہ نہیں، تو دوسری جگہ بیان کیے گئے الفاظ کے ساتھ بھی ربط رکھتے تھے۔ معلوم ہوا آپؒ کے تفسیری نکات مفسرین، محدثین اور فقہاء کرام کی آراء سے مماثلت رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین کے تلامذہ میں حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے بعد حضرت بابا فریدؒ کا نام معروف ہے۔ آپؒ کے ملفوظات پر مبنی راحت القلوب اور اسرارُ الاولیاء شہرہ آفاق کُتب ہیں۔ راحت القلوب میں مذہبی عنوان پر مباحثات کے علاوہ معاشی، معاشرتی یعنی سوسائٹی کے متعلق اور اقتصادی معاملات اور اُن کے حل پر بھی بات کی گئی ہے۔ اگر اس کتاب کو سبقاً معاشرے میں مختلف اداروں میں بیان کیا جائے تو معاصر درپیش تحدیات کے حل کے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔ چونکہ ہر طبقہ کے احباب آپؒ کی مجلس میں آتے تھے۔ وقت کے سلاطین وامراء بھی آپؒ کی کچہری میں تشریف لاتے تھے، مگر بلا تخصیص آپؒ یکسانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے۔ ایک مجلس میں رزق اور اقسام رزق کے ساتھ حقیقی توکل پر بات کرتے ہوئے سورہ طلاق کی آیہ مجیدہ تلاوت کی، ارشاد ہے:

"وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّه مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَهُوَحَسْبُه اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِه قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا"[17]

"اور جو (خوش بخت) ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ۔ اور اسے (وہاں سے) رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو (کوش نصیب) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے مقرر کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ"

آیہ مجیدہ کی تفسیر میں حضور بابا صاحبؒ نے رزق کی اقسام بیان کیں:

"مشائخ طبقات رزق رابرچہار قسمت کردہ انداول را رزق مقسوم گفتہ انددوم رارزق مذموم گفتہ او اندو سوم رارزق مملوک گفتہ اندوچہارم رارزق موعود گفتہ اند"[18]

---

[16] أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ (الترکی)، ج:17، ص:379، رقم الحدیث 11278

[17] الطلاق 65 : 2 : 3

[18] اسرار الاولیاء، ص:20

"مشائخ طبقات نے رزق کو چار قسم کا لکھا ہے، رزق مقسوم، رزق مذموم، رزق مملوک اور رزق موعود"[19]

پھر بیان کردہ رزقوں کے متعلق فرمایا کہ کونسا کسے اور کب ملے گا۔ اب دیکھنے والے بات تو یہ ہے کہ کیا مذکورہ آیہ مجیدہ کی تفسیر میں کسی مفسر نے ایسا نظریہ پیش کیا ہے کہ نہیں۔ امام محمد بن احمد الغرناطی نے لکھا:

> "قال بعض العلماء: الرزق على نوعين رزق مضمون لكل حي طول عمره، وهو الغذاء الذي تقوم به الحياة وإليه الإشارة بقوله: وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها، ورزق موعود للمتقين خاصة"[20]
>
> "بعض علماء نے کہا ہے کہ رزق کی دو اقسام ہیں، ایک وہ رزق جس کی ہر زندہ کو عمر بھر کے لیے ضمانت دی گئی، دوسرا وہ رزق جس کا متقین وصالحین کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے"

امام الغرناطیؒ پانچویں چھٹی صدی ہجری کے مفسر ہیں، یعنی آپؒ کا شمار متقدمین مفسرین میں ہوتا ہے۔ جدید مفسرین میں سے کسی نے بھی اس آیہ مجیدہ کے متعلق ایسا مفہوم نہیں پیش کیا جو باباصاحبؒ نے بیان کیا ہے مگر متقدمین مفسرین میں سے امام غرناطیؒ سے باباصاحبؒ کی بیان کردہ تفسیر والے نکات ملے ہیں، گویا باباصاحبؒ کی کمال بصیرت ہے، آپؒ کی نظر نہ صرف معاصر مفسرین کی آراء پر رہتی تھی، بلکہ آپؒ متقدمین کو بھی اپنی نظر میں رکھتے ہوئے آیات کی تفسیر فرماتے تھے۔ بعینہ امام طبریؒ نے بھی اسی آیہ مجیدہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

> "رزق مقسوم اوحلال او حرام"[21]
>
> "وہ رزق جو (بندوں کے درمیان ازل سے) تقسیم کیا گیا (وہ بندے پر منحصر ہے) کہ وہ حلال طریقے سے کھاتا ہے یا حرام طریقے سے"

معلوم ہوا کہ باباصاحبؒ کی بیان کردہ آراء مفسرین کی آراء سے مختلف نہیں ہیں، بلکہ اُن کے ساتھ ہر اعتبار سے مماثلت رکھتی ہیں۔ زکوۃ کا اسلام میں تصور دراصل اجتماعی نظم کو قائم رکھنا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں دوسروں کے لیے احساس اور قربانی والے جذبات قائم ہوں اوراس کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت کو مال کی محبت کو فوقیت دی جائے۔ ملفوظات میں کافی مقامات پر یہی درس مختلف انداز میں دیا گیا ہے، ایک مقام پر زکوۃ حقیقی کو یوں بیان کیا:

> "زکوۃ حقیقت آنست کہ از دوست پنج درہم نگاه ندارد‌تمامی درراه خدا یتعالی بدید زیر اچه درویشی خود فروشی است"[22]
>
> "حقیقت کی زکوۃ یہ ہے کہ چالیس میں سے کچھ بھی نہ بچائے۔ بلکہ تمام راہِ خدا میں تقسیم کردے۔ اس واسطے کہ درویشی خود فروشی ہے"

---

[19] اسرارالاولیاء، ص:24

[20] غرناطی، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد اللہ، التسهيل لعلوم التنزيل (تفسیر ابن جزی)، شرکۃ دار الأرقم بن أبي الأرقم (بیروت)، ج:2، ص:

[21] طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر، جامع البيان في تأويل القرآن (تفسیر طبری)، مؤسسۃ الرسالۃ (بیروت)، ج:23، ص:449

[22] ایضاً

یعنی اپنی ہر شے سے زیادہ اللہ کی محبت کو کامل رکھنا حقیقی زکوۃ ہے، اس بات کو سورہ الدھر کی آیہ مجیدہ میں ذکر کیا گیا ہے جس کی تفسیر میں متعدد مفسرین کے یہی تصور دیا ہے، ارشاد ہے:

"وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا"[23]

"اس کے باوجود کہ ان کو خود کھانے کی ضرورت ہے مگر یہ فقیروں یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں"

یعنی زکوۃِ حقیقی کا تصور مذکورہ آیہ مجیدہ میں موجود ہے جس کی تفسیر میں پیر کرم شاہؒ نے لکھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اوراُن کے گھر والے بوقت افطار، اپنا سارا کھانا آنے والے سائل کو اللہ کی محبت میں دیتے تھے۔[24] چناچہ خواجہ صاحبؒ کی بیان کردہ زکوۃِ حقیقی کو ہم مفسرین کے آراء سے بھی دیکھ سکتے ہیں، گویا باباصاحبؒ کی بیان کردہ تفسیر اوراُس میں ذکر کردہ مضامین، مفسرین کرام کی تفاسیر کا بھی عنوان بنتے تھے۔ اصولِ تصوف کی معروف کتاب اسرارُ الاولیاء میں تفسیری، حدیثی، فقہی اور صوفیانہ نظریات کو شیخ الاسلام بابا فریدؒ نے اپنی مجالس میں بیان کیں ہیں جنھیں خواجہ بدرالدین اسحاق رحمہ اللہ نے آپؒ کی نشستوں کے اعتبار سے مرتب فرمایاہے۔ اس کے فارسی ، اردو اور ہندی زبان میں تراجم شائع کیے گئے ہیں۔ اس کی سند پر علامہ عبدالحیؒ، صاحبِ خزینۃ الاصفیاء اور خواجہ غلام فریدؒ جیسے صوفیاء محققین نے کلام کیاہے۔ خواجہ صاحبؒ اپنی مجالس میں قرآنی آیات میں انبیاء علیہم السلام کے بیان کردہ حالات وواقعات کو بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں رؤیت کی درخواست پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَلَمَّا جَاۗءَ مُوْسٰي لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ"[25]

"جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہ طور پر) پہنچے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے رب العزت! مجھے جلوہ دکھا میں تیرا دیدار بھی کروں۔ اللہ نے کہا کہ تم مجھے ہر گز نہ دیکھ سکو گے"

خواجہ فریدؒ نے " اَرِنِيْٓ " کی تفسیر میں لکھا:

"اے درویش! چون مہتر موسےٰ علیہ السلام رؤیتِ خواست کرد"[26]

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رؤیت کی درخواست کی"[27]

صاحب انوارالتنزیل نے " اَرِنِيْٓ" کے دو معنیٰ بیان کیے ہیں:

"أرني نفسك بأن تمكنني من رؤيتك"

"یعنی مجھے اپنے دیکھنے کی قدرت عطا فرما تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں"

---

[23] الدھر 76 : 8

[24] تفسیر ضیاء القرآن، ص:444

[25]۔ الاعراف 7 : 143

[26] اسرار الاولیاء، ص:9

[27] اسرار الاولیاء، ص:13

"أو تتجلى لي فأنظر إليك وأراك"

"یعنی خود حجاباتِ عظمت کو سر کا تا کہ چشمِ شوق لطفِ دید حاصل کر سکے"[28]

بغور دیکھیں تو "چون مہتر موسیٰ علیہ السلام رؤیت خواست کرد"[29] میں امام بیضاوی کے بیان کردہ دونوں ہی معنی مضمر ہیں، یعنی درخواستِ رؤیت میں یہ بھی ہے کہ مجھے دیکھنے کی قدرت عطا کر اور یہ بھی ہے کہ تُو خود حجابات کر پیچھے کر تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ گویا باباصاحبؒ نے تفسیری کلمات اختصار اور جامعیت کے حامل ہیں۔ پھر جس طرح مفسرین کرام نے رؤیت باری تعالیٰ کے اثبات پر کلام کیا ہے ،بعینہ باباصاحبؒ نے بھی اپنی مجالس میں اسے ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ رؤیتِ الٰہی کے متعلق امام قرطبی رحمہ اللہ نے اِسی آیت کی تفسیر میں لکھا:

"عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الرُّؤْيَةُ جَائِزَةٌ"[30]

"اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رؤیتِ باری تعالیٰ ممکن ہے"

یعنی خدا کی ذات کو دیکھنا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ جسے قدرت عطا فرمادے وہ یہ سعادت حاصل کر سکتا ہے، اسی طرف اشارہ حضرت باباصاحبؒ نے فرمایا ہے:

"فرمان آمد کہ ای موسیٰ بزرہ تجلی بیخودشدےوسرماآشکاراکردی ومرابندگان اند کہ ورآخرالزماں پیدا خواہند شدوایشان از امتِ محمدﷺاند ہرروز ہزاربار نورِ تجلی بردلِ ایشان خواہم کرد ذرہ ایشان ازخود تجاوز نخوابد کرد بلکہ فریاد خواہند کرد انا مشتاق الیٰ الحبیب "[31]

"اے موسیٰ! تو ہماری ذرہ بھر تجلّیٰ سے بے ہوش ہو گیا۔ ہمارا بھید ظاہر کر دیا۔ میرے ایسے بندے بھی ہوں گے جو آخر الزماں میں پیدا ہوں گے۔ اور اُمتِ محمدی ﷺ میں ہوں گے۔ جن پر ہر روز ہزار مرتبہ تجلّی کروں گا۔ پھر بھی وہ ذرہ بھر تجاوز نہیں کریں گے بلکہ "**انا مشتاق الی الحبیب**" کی فریاد کریں گے "[32]

امام قرطبی کے علاوہ صاحبِ روح المعانی، کشاف، روح البیان اور مفاتح الغیب وغیرہ نے بھی رؤیت کے اثبات پر کلام کیا ہے، گویا حضرت شیخ الاسلام کے بیان کردہ نکات رؤیت کے متعلق ایسے ہی ہیں جیسے مفسرین کرام کے ہاں پائے جاتے ہیں، خدا کو دیکھنے کی قدرت جسے اللہ عطاء فرماتا ہے، وہ اس نظارے سے مستفیض ہو جاتا ہے، یہی بات مفسرین نے نقل کی ہے، اور اسی طرف باباصاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے، گویا باباصاحبؒ کے بیان کردہ تفسیری نکات مفسرین کرام کی آراء کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔ ایک مجلس میں توبہ پر کلام کرتے ہوئے فرمایا، ارشاد ہے:

---

[28] البیضاوی، ناصر الدین أبو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازي، انوار التنزیل واسرار التأویل، دار إحیاء التراث العربي (بیروت)، ج:3، ص:33

[29] اسرار الاولیاء، ص:9

[30] قُرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب المصریة (القاہرة)، ج:7، ص:297

[31] اسرار الاولیاء، ص:9

[32] اسرار الاولیاء، ص:13

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا"[33]

"اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو"

آپ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں توبہ کی چھ اقسام کا ذکر کیا:

"ای درویش توبہ برشش نوعیت اول توبہ دل وزبان است و دوم توبہ بچشم است سویم توبہ گوش است چہارم توبہ دست است پنجم توبہ پای است ششم توبہ نفس است"[34]

"شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کی چھ اقسام ہیں۔ اول دل اور زبان سے توبہ کرنا، دوسری آنکھ کی، تیسری کان کی، چوتھی ہاتھ کی، پانچویں پاؤں کی اور چھٹی نفس کی"[35]

یہ ہیں تمام توبہ کے ایلیمنٹس کہ جن کی کاملیت سے سچی اور پکی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ صرف زبان سے توبہ توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی کہ جب تک اِن تمام اعضاء کو گناہوں سے محفوظ کرنے کا وعدہ نہ کیا جائے۔ پھر باباصاحبؒ نے توبۃ النصوحا کی تفصیل بیان کی کہ دل کو دنیاوی خرابیوں سے پاک، زبان کو لغویات سے محفوظ، ہاتھ اور پاؤں کو برے راستے سے دور اور کان اور آنکھ کو ہر بری تدبیر سے محفوظ رکھنے کا نام سچی توبہ ہے۔ جملہ مفسرین نے یوں ہی تفسیر بیان کی ہے، جیسا کہ امام نسفی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کو یوں بیان کیا:

"هي الاستغفار وباللسان والندم بالجنان والإقلاع بالإركان"[36]

"حقیقت میں توبہ یہ ہے کہ زبان سے استغفار کی جائے اور دل سے شرمندگی محسوس ہو اور بدن کے تمام عضاء گناہوں سے دور رہیں"

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں یوں لکھا:

"اَلتَّوْبَةُ النَّصُوحُ النَّدَمُ بِالْقَلْبِ،وَالِاسْتِغْفَارُ بِاللِّسَانِ، وَالْإِقْلَاعُ عَنِ الذَّنْبِ،وَالِاطْمِئْنَانُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَعُودُ"[37]

"توبۃ النصوحہ سے مراد یہ ہے کہ توبہ کرنے والے کا دل شرمنگی محسوس کرے، زبان کے ساتھ استغفار کیا جائے، گناہ سے رُک جائے اور اس بات کا اطمینان ہو کہ (دوبارہ) گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا"

اور بھی مفسرین کرام کو لیا جاسکتا ہے مثلاً امام طبری، تفسیر قشیری، تفسیر روح البیان، تفسیر کشاف وغیرہ نے بھی یہی مفاہیم توبہ کے بیان کیے ہیں۔ گویا جو نظریہ توبۃ النصوحا کا باباصاحبؒ نے اپنی تفسیر میں ملفوظات کے اندر بیان کیا ہے، یہی الفاظ اور مفاہیم دیگر مفسرین کرام کی کُتب میں بھی ملتے ہیں۔ دل، نگاہ، ہاتھ، پاؤں اور زبان، یعنی جسمانی تمام اعضاء جب گناہ سے محفوظ ہوں گے تو سچی توبہ شمار کی جائے

---

33 تحریم 66 : 8

34 اسرارالاولیاء، ص:23

35 اسرارالاولیاء، ص:28

36 امام نسفی، أبو البرکات عبداللہ بن أحمد بن محمود، مدارک التنزیل وحقائق التأویل (تفسیر النسفی)، دار الکلم الطیب (بیروت)، ج:3، ص:507

37 أبو عبداللہ محمد بن أحمد بن أبي بکر القرطبي، الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبي)، ج:18، ص:198

گی۔ حضرت باباصاحبؒ کی بیان کردہ تفسیر میں ان تمام اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھنے پر تربیت کی گئی ہے اور ایسا کرنے سے خدا کے حضور توبہ قبول ہوتی ہے اور انسان اپنے آقا و مولا کے انوار و تجلیات میں داخل ہو جاتا ہے، گویا توبۃ النصوحا کا جو مفہوم حضرت باباصاحبؒ نے بیان کی ہے، بعینہ مفسرین کرام کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت باباصاحبؒ کے خلفاء کرام میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا نام قابل ذکر ہے۔ فوائد الفواد اور راحت المحبین خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات پر مبنی کتابیں ہیں، فوائد الفواد خواجہ امیر حسن بن علاء سنجری رحمہ اللہ المعروف خواجہ حسن دہلوی نے اور راحت المحبین امیر خسرو رحمہ اللہ نے مرتب کی تھی۔ تصوف کی اصولی کُتب میں فوائد الفواد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں مشائخ چشت ملفوظات کی پہلی جامع کتاب ہے جسے خواجہ حسن علاء سنجریؒ نے مرتب فرمایا تھا۔ یہ ایسا نسخہ ہے جس کے بے شمار تراجم فارسی، اردو اور ہندی زبان میں شائع کیے گئے ہیں جو کہ پانچ حصوں پر مبنی اور ہر حصہ میں تیس سے اسی مختلف عنوانات پر نشستیں موجود ہیں۔ برصغیر کی اتنی جامع کتاب ہے کہ خود امیر خسروؒ یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ:

"کتاب ازمن بودی---فوائد الفواد بودمی"[38]

"یعنی کاش کہ فوائد الفواد میرے نام کے ساتھ منسوب ہوتی"

ایک دن بیعت رضوان اور تجدید بیعت پر بات کی گئی، ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِه وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا"[39]

تجدید بیعت سے مراد ہے بیعت پر دوبارہ بیعت لینا ہے۔ جب مقام حدیبیہ پر نبی ﷺ نے ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بیعت لی تو اسی مقام پر تجدید بیعت کا سلسلہ بھی چلا تھا جسے خواجہ صاحبؒ نے یوں بیان کیا ہے:

"درین میان صحابی کہ اوراین الالکوع گفتندی اوبیامدوبیعت کرد پیغمرعلیہ السلام فرمود کہ توپیش ازین بیعت نکردہ گفت یارسول اللہ علیہ السلام کردہ ام این ساعت بازتجدید بیعت میکنم پیغمرعلیہ السلام اوراوست بیعت داد بعدازن خواجہ ذکرہ اللہ بلخیر گفت این تجدید بیعت ازانجااست"[40]

"اسی اثناء میں ایک صحابی الاکوع نام آیا اور بیعت کی، آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ تو نے اس سے پہلے بیعت نہیں کی؟ عرض کی، کی ہے۔ اس وقت از سر نو پھر بیعت کرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے اسے بیعت فرمایا، بعد ازاں خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تجدید بیعت وہیں سے شروع ہوئی"[41]

---

[38] اخبار الاخیار، ص:101

[39] فتح 48 : 10

[40] فوائد الفواد، ص:58

[41] فوائد الفواد، ص:53

اب دیکھنا تو یہ ہے کہ جس طرح خواجہ صاحبؒ اپنے ملفوظات میں مذکورہ آیہ مجیدہ کی تفسیر میں لکھ رہے ہیں کہ نبی ﷺ نے مقام حدیبیہ پر ایک صحابی الاکوع نامی سے دوبارہ بیعت لی تھی، تو کیا دیگر مفسرین کرام بھی ایسی تفسیر کر رہے ہیں کہ نہیں؟ حضرت خواجہ صاحب والے اُسلوب پر ہی تفسیری نکات صاحبِ تفسیر مظہری نے پیش کیے، آپ لکھتے ہیں: بن جریر اور ابن حاتم جناب سلمی بن اکوع کی روایت کو بیان کرتے ہیں، کہ سلمی بن اکوع نے بیان کیا کہ ہم دوپہر کو لیٹے ہوئے تھے، کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے نداء دی کہ جبرئیل امین آئے ہیں اور حکم ہے کہ بیعت کرو، بیعت کرو، بیعت کرو، ہم اللہ کا نام لیکر نکل کھڑے ہوئے، ایک نے بیعت کی پھر دوسرے نے پھر تیسرے نے یہاں تک کہ جب آدھے لوگ بیعت کر چکے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

"قال بايع يا سلمة قلت بايعتك قال وايضا فبايعته "[42]

"فرمایا بیعت کرو اے سلمہ بن اکوع، میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں تو بیعت کر چکا، فرمایا پھر کر، تو اور بھی میں نے دوبارہ بیعت کی"

پھر جب سب بیعت کر چکے

"قال ألا تبايعني يا سلمة قلت يا رسول الله بايعتك في أول الناس وفي وسط الناس قال وايضا فبايعته الثالثة"[43]

"فرمایا کیا تو بیعت نہیں کرے گا اے سلمہ اکوع، عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں تو سب سے پہلے بیعت کر چکا، فرمایا اور سہی، چناچہ میں نے تیسری مرتبہ بیعت کرلی"

گویا جس صحابی رسول ﷺ کے حوالے سے خواجہ صاحبؒ نے تجدید بیعت کا تذکرہ کیا ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بھی اُسی کے نام کے ساتھ تجدید بیعت کو بیان کیا ہے۔ یعنی اصحابِ رسول جنابِ سلمہ اکوع کے بارے میں خواجہ صاحبؒ نے لکھا کہ نبی ﷺ نے اُن سے دو مرتبہ بیعت لی تھی حلانکہ وہ فرمارہے تھے کہ میں بیعت کر چکا ہوں، یہی تجدید بیعت کہلاتا ہے، یعنی پہلے کی گئی بیعت کو مزید پختہ کرنے کی نیت سے دوسری بیعت کرنا، جس طرح تجدید بیعت کی منظر کشی خواجہ صاحبؒ نے اپنے ملفوظات میں مذکورہ آیہ مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے کی ہے، صریحاً، انہی الفاظ اور اُسی صحابی کی نسبت سے مفسرین کرام کے ہاں بھی ملتی ہے، گویا خواجہ صاحبؒ کے تفسیری افادات کُتب تفاسیر کے ساتھ موافقت کے حامل ہیں۔

کُتب تفاسیر پر گہری نظر:

خواجہ صاحبؒ رحمہ اللہ کے ملفوظات قرآن وسنت کی تعلیمات کا ذخیرہ ہیں۔ آپؒ اپنے متعلقین میں گفتگو کرتے ہوئے قرآنی آیات پر زیادہ فوکس رکھتے تھے اور پھر آیات کی تفسیر کرتے ہوئے آپؒ کی نظر ذخیرہ کُتب تفاسیر میں رہتی تھی۔ آپؒ بالعموم اپنے ملفوظات میں

42 تفسیر مظہری، ج:9، ص:13

43 تفسیر مظہری، ج:9، ص:13

دو تفاسیر کا تزکرہ زیادہ فرماتے تھے، تفسیر ناصری اور کشاف۔ تفسیر ناصری سے مراد تفسیر بیضاوی ہے، دراصل آپؒ اس تفسیر کو مصنف کے نام سے یاد کرتے تھے اور دوسری تفسیر، تفسیر کشاف جاراللہ زمخشری کی ہے۔ امام بیضاوی پانچویں صدی ہجری اور زمخشری بھی چوتھی یا پانچویں صدی ہجری کے مفسرین ہیں، یعنی متقدمین مفسرین میں معروف، معتبر اور مستند مفسرین شمار کیے جاتے ہیں۔ گویا خواجہ صاحبؒ کی نظر عمیق اور بصیرت کا اس بات سے جانا جاسکتا ہے، کہ آپؒ تفسیر کے میدان میں ماہرینِ تفاسیر کو اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔ گو کہ زمخشری معتزلہ تھے، خواجہ صاحبؒ نے ملفوظات میں اُن کے عقائد کی تردید بھی کی ہے مگر چونکہ اکابرین بھی اس تفسیر سے مستفیض ہوتے تھے، تو آپؒ نے بھی اسے اپنے علمی مسودہ کا حصہ بنایا ہوا تھا۔ دوسری طرف علامہ بیضاوی شافع المسلک تھے آپؒ کی تفسیر کو چونکہ علوم الحدیث، بلاغت، نحو اور درایت کے اصولوں پر انفرادیت حاصل تھی، یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحبؒ جیسی علمی وادبی شخصیت اسے اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔

تفسیر میں انفرادیت، لطیف اور معتدل رویہ:

خواجہ صاحبؒ کی تفسیر جملہ مفسرین سے اس اعتبار سے منفرد نظر آتی ہے کہ کبھی کبھی تفسیر کرتے ہوئے ایسا نظریہ پیش کر جاتے ہیں جو فطرت کے عین مطابق، لطیف اور معتدل دیکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسنؒ نے عرض کیا:

کیا قرآن حکیم کی اس آیت کا یہی مطب ہو گا:

"كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ"[44]

"پاکیزہ چیز کھاؤ"

شیخؒ نے فرمایا کہ آیت کو مکمل پڑھو:

"كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا"[45]

"یعنی پاکیزہ رزق اور نیک اعمال دونوں ایک ساتھ ہیں"

اس جواب کے پیشِ نظر خواجہ حسنؒ نے عرض کی کہ یہی مفہوم اصحابِ کہف والی آیت میں بھی ہیں تو اُدھر بھی کیا یہی معنی ہو گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

"فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا"[46]

"وہ کھانا لانا والا یہ دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے"

---

[44] المومنون 23:51

[45] المومنون 23:51

[46] الکہف 18 : 19

کیونکہ عربی لغت کے اعتبار سے تو ازکی اور طیب دونوں کا مفہوم پاکیزہ ہے اور اہل تراجم نے دونوں جگہ پاکیزہ ترجمہ کیا ہے۔ دراصل خواجہ حسنؒ کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف ترجمہ ایک جیسا ہونے کی وجہ سے مفہوم بھی ایک جیسا ہی ہو گا یا پھر فرق ہے تو اس پر خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے فرمایا:

"طعامے خواستند کہ طبائع بدان مائل باشد"[47]

"یعنی اُن کے مراد مرغوب طبع کھانا تھا"

مراد یہ تھا کہ کھانا لانے والا چونکہ ہمارا ہی ساتھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہمیں کونسا کھانا پسند ہے اور مرغوب ہے بس وہی کھانا بازار سے خرید لائے گا۔ اس مقام میں خواجہ صاحبؒ کی تفسیر میں انفرادیت نظر آتی ہے کیونکہ امام زمخشریؒ نے لکھا ہے:

"أَزْكى طَعاماً أحلّ وأطيب وأكثر وأرخص وَلْيَتَلَطَّفْ وليتكلف اللطف والنيقة"[48]

"حلال، طیب اور سستا۔ بعینہ صاحبِ تفسیر نسفی نے تفسر مدارک میں بھی یہی لکھا ہے: أحل وأطیب وأکثر وأرخص "[49]

مگر تفسیر بغوی میں ایک اور امر کی طرف اشارہ ہے، آپؒ نے لکھا:

"أَمَرُوهُ أَنْ يَطْلُبَ ذَبِيحَةَ مُؤْمِنٍ وَلَا يَكُونَ مِنْ ذَبِيحَةِ مَنْ يَذْبَحُ لِغَيْرِ اللَّهِ وَكَانَ فِيهِمْ مُؤْمِنُونَ يُخْفُونَ إِيمَانَهُم"

"انہوں نے اسے حکم دیا کہ وہ مومن کا ذبح طلب کرے، اور اس کو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ذبح کرنے والوں کا ذبح سے نہ ملے"

چونکہ شہر میں حرام یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبحہ کرنے کا رواج عام تھا۔ تو اُسے تنبیہ کی گئی کہ یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح ہوا نہ لانا۔ سوال یہ ہے کہ اگر اہل کہف کی یہی مراد ہوتی تو قرآن حکیم میں لفظ "حلال" بھی ہے، طیب بھی ہے اور دونوں الفاظ اہل عرب اکٹھے بھی استعمال کرتے ہیں یعنی "حلالاً طیباً" تو گویا خواجہ صاحبؒ کی تفسیر زیادہ مناسب دیکھائی دیتی ہے کہ اُن کی مراد دراصل مرغوبِ طبع کھانا تھا یعنی چونکہ جانے والا بھی اُن ہی کا ساتھی تھا، اس لیے وہ جانتا تھا کہ انہیں کونسا کھانا پسند ہے، تو وہ اُسی کے مطابق ہی لے کر آئے گا۔ خواجہ صاحبؒ کی تفسیر کے زیادہ معتبر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ وہ کئی سال سے نیند میں تھے۔ جب جاگے تو معاشرتی تبدیلیاں بھی آچکی تھیں۔ تو اُس وقت خدا جانے کہ معاشرے میں کس طرح کے کھانے بازاروں میں بک رہے تھے۔ اس لیے یہ بات زیادہ قابل قبول ہے کہ ایسا کھانا طلب کیا گیا جو اُن کے مزاج کے مطابق ہو۔ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ اس آیہ مجیدہ کے اس ٹکڑے کی تفسیر کرنے میں متقدمین مفسرین کے مابین بھی انفرادی اور فطری حیثیت کے حامل ہیں۔ کمال لطیف نقطہ کی طرف توجہ مبزول کروائی ہے کہ جس طرف

---

[47] فوائد الفواد، ص:160

[48] أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل (تفسیر الزمخشری)، دار الکتاب العربي– بیروت، 1407ھ، ج:2، ص:710

[49] أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي، تفسیر النسفي (مدارک التنزیل وحقائق التأویل)، دار الکلم الطیب، بیروت، 1419ھ، ج:، 2، ص:292

مفسرین میں سے کسی کی بھی توجہ نہیں گئی۔ گویا آپؒ کی وجدانی تفسیر بھی شریعت مطہرہ کی روح کی عکاسی کرتی ہوئی دیکھائی دیتی ہے۔

تفسیری نکات میں کلامی مباحثیں:

خواجہ صاحبؒ کے ملفوظات میں بیان کردہ تفسیری نکات کا ایک اور اسلوب دیکھنے کو ملاہے کہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے متکلمین کے بیان کردہ عقائد پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ایک دن سورہ الزاریات کی آیہ مجیدہ چھپن تلاوت کی اوراس کی تفسیر فرمائی، ارشاد ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ "[50]

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں"

تفسیر کرتے ہوئے معتزلہ کے نظریات کو یوں بیان کیا:

معتزلہ کے نظریات:

"اہل کفرواہل کبائر دائم درعذاب باشند،چون اعتقاد درایشان بر کفر دائم است پس عذاب ایشان ہم دائم باشد،اہل کبار دائم درکبار نہ اندروقتی پس عذاب ایشان ہم دائم نا باشد "[51]

"اہل کفر اور اہل کبار کو عذاب دائمی ہوگا، کیونکہ اہل کفر دائمی طور پر کفر میں تھے پس عذاب بھی دائمی ہے، جبکہ دوسری جانب اہل کبار کے گناہ وقتی تھے، توعذاب بھی وقتی ہوگا نہ کہ دائمی"

اشاعرہ کے نظریات:

بعد ازان فرمایا کہ اشاعرہ کے مذہب میں بھی یونہی ہے کہ:

"در مذہب اشعریہ کافری کہ خاتمت او برایمان خواہد بود اوحالی مومنست ومومنی کہ عیا زاخاتمت اوبرکفر خواہد بوداوخالی کافراست "[52]

"اشاعرہ کے مذہب میں جس کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، وہ مومن ہے اور جس مومن کا خاتمہ کفر پر ہوگا تو وہ کافر ہے "[53]

اہل سنت کے نظریات:

معتزلہ اور اشاعرہ کے نظریات ایمان اور کفر کے متعلق بیان کرنے کے بعد آپؒ نے مذکورہ آیہ مجیدہ کے تناظر میں اہل سنت کے نظریہ کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ مومن کون ہے؟

"الا لیعبدون بر قول پسر عباس انیست کہ الا لیوحدون یعنی جن وانس ہمہ موحد خواہند بود ہر

---

[50] الزاریات 51 : 56

[51] فوائد الفواد، ص:69 : 70

[52] فوائد الفواد، ص:70

[53] فوائد الفواد، ص:61

کہ ایخا موحد است بایمان غیب است"[54]

"ابن عباس کے اس قول کے موافق "الا لیعبدون" ہے یعنی جن وانس سب موحد ہوں گے جو ایمان پر موحد ہے اس کا ایمان بالغیب ہے"[55]

مذکورہ آیہ مجیدہ کی تفسیر میں معتزلہ اور اشاعرہ کے ایمان اور کفر کے نظریات بیان کرنے کے بعد آپ نے واضح کیا کہ "الالیعبدون" سے صحیح مراد ہے "الالموحدون"، یعنی ہر وہ شخص جس سے بنا دیکھے اُس قدیم اور دائمی ذات کو واحد، ایک، احد تسلیم کیا ہے، وہ حقیقی معنوں میں مومن ہے۔ گویا جس طرح خواجہ صاحبؒ نے لیعبدون سے مراد لیعرفون یا موحدون فرمایا ہے بعینہ مفسرین کرام نے بھی یہی تشریح وتوضیح کی ہے اور خواجہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ یہ اہل سنت کے عقائد میں ہے اسی طرح صاحب روح البیان نے بھی لکھا ہے:

"وهذا مستمرعلى مذهب اهل السنة "[56]

"یہی اہل سنت کے مذہب کے مطابق ہے"

گویا ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ صاحبؒ جب قرانی آیات کی تفسیر فرماتے ہیں، تو آپؒ اعلیٰ بصیرت کے ساتھ مسلک حق کی تائید کرتے ہوئے اپنے نظریات پیش فرماتے ہیں، یعنی اہل سنت کے وہ عقائد بیان کرتے ہیں جو کُتب تفاسیر میں رقم شدہ ہیں۔

مجازانہ اندازِ تفسیر:

خواجہ صاحبؒ کبھی کبھار تفسیر کرتے ہوئے مجازی معنوں میں بھی چلے جاتے تھے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "[57]

اس آیہ مجیدہ کی تفسیر میں آپؒ نے شیخ متوکل کے بارے میں ایک حکایت بیان کی، کہ جب ظالم بادشاہ نے انہیں ایک وجہ سے امامت سے نکال دیا ہے تو آپؒ نے مذکورہ آیہ مجیدہ تلاوت کی اور مجازاً فرمایا کہ اگر ایک بادشاہ اگر پریشان کر رہا ہے تو کوئی دوسرا اس سے بہتر آجائے گا، اس طرح قرآنی آیات سے مجازاً تفسیر کرنا مفسرین کرام کے ہاں پایا جاتا ہے، جیسا کہ اسی آیہ مجیدہ کی تفسیر میں امام قرطبیؒ نے بھی لکھا:

"قوله تعالى:" نَأْتِ بِخَيْرٍمِنْها" لَفْظَةُ" بِخَيْرٍ "هُنَا صِفَةُ تَفْضِيلٍ، وَالْمَعْنَى بِأَنْفَعِ لَكُمْ "[58]

"اللہ نے فرمایا" نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْها " یہاں خیر کا لفظ تفضیل کا صیغہ ہے، معنی یہ ہو گا، اے لوگو! اس جلدی میں تمہارے لیے زیادہ نفع ہے"

یعنی منفعت کے معنیٰ ہیں، یہی بات حضرت باباصاحبؒ نے کی کہ تشبیہاً مجازاً اُس دوسرے نئے آنے بادشاہ کے متعلق کہ وہ ہمارے لیے

---

54 فوائد الفواد، ص:70

55 فوائد الفواد، ص:61

56 تفسیر روح البیان، ج:9ص:178

57 البقرہ2 : 106

58 الجامع لأحكام القرآن (تفسیر القرطبي)، ج:2، ص:68

باعث منفعت ثابت ہو گا، اسی طرح مجازی معنی علماء کرام مفسرین کرام لیا کرتے ہیں، جیسا کہ اسی آیہ مجیدہ کی تفسیر میں امام قرطبیؒ اور امام علامہ اسماعیل حقیؒ نے ایک طبیب کی مثال سے تفسیر کی، آپ لکھتے ہیں:

"ان الطبیب المباشر لاصلاح البدن یغیر الاغذیة والادویة بحسب اختلاف الامزجة والازمنة "[59]

"جیسے تم نے اطباء کو دیکھا ہو گا کہ مریض کے مزاج کے مطابق ادویہ اور اغذیہ تبدیل کرتے ہیں"

گویا قرآنی آیات سے یوں استدلال و تفسیر اہل اللہ کا منہج رہا ہے جو کہ مفسرین کی آراء کے مطابق ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے تفسیری نکات میں جتنے مناہج دیکھنے کو ملے ہیں، وہ تمام کُتب تفاسیر میں پائے جاتے ہیں۔

لُغوی منہج تفسیر:

خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں لغوی تفسیری منہج بھی دیکھنے کو ملا ہے، آپؒ قرآن حکیم کے ایک لفظ کو بیان کرتے اور اُس کے مادہ اشتقاقات پر تبصرہ فرماتے، جیسا کہ ایک مجلس میں آپؒ نے ایک درویش سے پوچھا کہ تمہیں قران حکیم کی کونسی آیہ مجیدہ زیادہ پیاری ہے، تو اُس نے جواب دیا" **كُلُهَا دَآئِمٌ** "۔اُس کے جواب پر آپؒ نے" **اُكُلُ**"پر لُغوی اعتبار سے تبصرہ فرمایا:

"فرمود کہ" اَکل" است، ؛اُکل است واَکلہ است واُکلہ است بعد ازان بیان این ہرچہار کلمہ فرمود کہ اَکل مصدر است اکل آنچہ بخور ندا کلہ یکبارکوۃ واحدۃ اکلہ یک لقمہ درین"[60]

"فرمایا کہ "اَکل" مصدر ہے، اور "اُکل" جو چیز کھائی جائے، "اَکلہ" ایک مرتبہ کی خوراک اور "اُکلۃ" ایک لقمہ کو کہتے ہیں"[61]

جس طرح خواجہ صاحبؒ نے لغوی باحث کی کی جنت کے پھل یعنی "اَکلۃ" سے مراد ایک مرتبہ کی خوراک ہے، بعینہ اس کی لغوی مباحث غلام رسول سعیدیؒ نے بھی کی:

"جب جنتی ایک پھل توڑ کر کھالے گا تو وہ مشخص پھل باقی نہیں رہے گا"[62]

یعنی وہ خاص پھل جسے جنتی نے توڑا وہ جنتی کی ایک خوراک ہو گا۔ گویا جس طرح خواجہ صاحبؒ نے مصدری تاویل میں کرنے کے بعد جو مفہوم لیا ہے بعینہ علامہ غلام رسول سعیدی صاحبؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اُسی مفہوم کو بیان کیا ہے۔

قرآت سبعہ پر تبصرہ:

خواجہ صاحبؒ کے ملفوظات میں ایک بات یہ بھی نظر آئی ہے کہ آپؒ قران ک قرآت پر بھی بات کرتے تھے، آپؒ بالعموم قرآت سبعہ

---

[59] روح البیان، ج:1، ص:201

[60] فوائد الفواد، ص:175

[61] فوائد الفواد، ص:131

[62] تفسیر تبیان القران، ج:6، ص:104

پر کلام فرماتے تھے، ایک دن فرمایا، ارشاد ہے:

"وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا"[63]

"اور بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے"

حضرت خواجہ صاحبؒ نے لکھا، مذکورہ آیہ مجیدہ کی قرات کے متعلق:

"درین آیہ اذارایت ثم رایت "مُلْكًا كَبِیْرًا" امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ورضی اللہ عنہ" وَّمَلِكًا كَبِیْرًا " میخواند"[64]

"حضرت خواجہ صاحبؒ نے لکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اس آیہ مجیدہ میں" وَّمُلْكًا كَبِیْرًا "کو" وَّمَلِكًا كَبِیْرًا "پڑھا کرتے تھے، یعنی نصب کے ساتھ"

اسی طرف اشارہ مفسر قرآن صاحبِ کشاف نے بھی کیا:

"وثَمَّ في موضع النصب على الظرف"[65]

گویا امام زمخشریؒ نے بھی اُسی قرآت کا ذکر کیا جسطرح حضرت علی پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ کا مذکورہ قرات کا ذکر کرنا آپؒ کی رائے اجنبی نہیں ہے بلکہ مفسرین کرام کے ہاں بھی اس طرز کی قرآت مذکورہ آیہ مجیدہ کے متعلق مذکور ہے، معلوم ہوا کہ قرآت سبعہ پر جب خواجہ صاحبؒ کلام کرتے ہیں، تو آپؒ کی طائرانہ نظر میں مفسرین کرام کی آراء بھی ہوتی ہیں۔

آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

خواجہ صاحبؒ کے تفسیری نکات میں جہاں تفسیر قرآن بالقرآن اور تفسیر قرآن بالحدیث کا منہج ملتا ہے، وہیں پر تفسیر قرآن بالآثارِ صحابہ بھی دیکھنے کو ملتی ہے، جیسا کہ ایک مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسئلہ آیا، جس عورت کے ہاں چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے اُس پر حد لاگو کر دی کہ یہ قابل سزا ہے، جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے جناب عمر سے فرمایا:

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

"وَحَمْلُه وَفِصٰلُه ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا"[66]

"اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے"

پھر حضرت علی نے فرمایا کہ اے عمر:

"شہراحمل بچہ وشیرخوردن اوسی ماہ میفرماید پس دوسال مدت شیرخوردن باشد ردابا شدکہ مدت

---

63 الانسان76 : 20

64 فوائد الفواد، ص:224

65 الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (تفسیر الکشاف)، ج:4، ص:637

66 احکاف46 : 15

شش ماہ حمل باشد"[67]

"فرمایا: بچے کا حمل اور اس کے دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہوتا ہے، تو ممکن ہے کہ دو سال دودھ پینے کا زمانہ ہو، اور چھ ماہ حمل کا"[68]

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے قرآن حکیم کی آیہ مجیدہ سے استدلال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہہ اُٹھے:

"بعد ازن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکم نسخ کردد گفت لولا علی لہلک"[69]

"بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم منسوخ کر دیا اور فرمایا: اگر علی کرم اللہ وجہ الکریم نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"[70]

صاحب تفسیر ماوردی بغدادیؒ نے لکھا:

"فقدر مدة الحمل والرضاع ثلاثون شهراً"

"حمل اور دودھ پلانے کی مدت کا تخمینہ تیس ماہ لگایا گیا تھا"

"وكان في هذا التقدير قولان: أحدهما: أنها مدة قدرت لأقل الحمل وأكثر الرضاع"

"اور اس اندازے میں دو اقوال تھے: ان میں سے ایک: یہ وہ مدت ہے جس کا اندازہ کم از کم حمل اور سب سے زیادہ دودھ پلانے کا ہے"

"فلما كان أكثر الرضاع أربعة وعشرين شهراً لقوله تعالى: {حَولَينِ كَامِلَينِ لِمَنْ أَرادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ}"

"جب دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت چوبیس مہینے تھی تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے: (دو سال پورے اس کے لیے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہتا ہے"

"دل ذلك على أن مدة أقل الحمل ما بقي وهو ستة أشهر"[71]

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے"

معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ اعلیٰ ترین بصیرت کے مالک تھے، قرآنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے نہ صرف ذخیرہ حدیث بلکہ مستند روایات جن کا تعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے آثار کے ساتھ ہے، آپؒ کی اُس پر بھی عمیق نظر ہوتی تھی۔ دیکھا جا سکتا ہے کہ جس طرح خواجہ صاحبؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مسئلہ کو بیان کیا ہے، جو کہ قرآن ہی کی تعلیمات پر مبنی تھا، بعینہ مذکورہ مفسر نے

---

67 فوائد الفواد، ص:248

68 فوائد الفواد، ص:178

69 فوائد الفواد، ص:248

70 فوائد الفواد، ص:178

71 أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي، تفسير الماوردي (النكت والعيون)، دار الكتب العلمية (بيروت / لبنان)، ج:5، ص:276

بھی تفصیلی بیان کیا ہے، گویا خواجہ صاحبؒ ہمیشہ وہ ہی تفسیر فرماتے تھے جو مفسرین کے ہاں موجود ہے۔ مذکورہ مفسر الماوردی چوتھی پانچویں صدی ہجری کا مفسر ہے، یعنی مفسرین میں نہایت معتبر اور متقدمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی تفسیر کے معیار کو یوں بھی دیکھا جاسکتا ہے، آپؒ وہ تفسیری نکات بیان کرتے ہیں، جو متقدمین اکابر مفسرین کی کُتب میں موجود ہیں۔ فوائد الفواد کے بعد راحت المحبین خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات پر مبنی کتاب ہے جسے خواجہ امیر خسروؒ نے مرتب فرمایا تھا۔

سوسائٹی میں قیامِ امن:

خواجہ صاحبؒ کی مجالس میں بالعموم سوسائٹی میں امن کو قائم رکھنے کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ پھر خاندانی نظام میں حسنِ اخلاق کو قائم رکھنا، اصلاح فرد و معاشرہ، آپؒ کی نشستوں میں بالعموم ایسے عنوانات پر کلام کیا جاتا تھا، ایک دن صلح رحمی کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا گیا، ارشاد ہے:

”وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِه وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِه اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ
اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ “[72]

” اور جو لوگ اللہ سے پکا وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔ جن قرابت کے رشتوں کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ ان کو توڑے دیتے ہیں، اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے“

حضرت خواجہ صاحبؒ نے لکھا:

”خداوند رحم راآفرید گفت اے رحم من رحیم درحیم رازان نام خود مشتق کردم پس ہرکہ ازتو بردمن ازو ببرم وہر کہ باتوپیوندومن بدو پیوندم“[73]

”اللہ تعالیٰ نے رحم پیدا کیا تو فرمایا: اے رحم میں رحیم ہوں اور رحم کو اس اپنے نام سے مشتق کیا ہے، پس جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا، میں اُس سے قطع تعلق کروں گا، اور جو تجھ سے تعلق پیدا کرے گا، میں اُس سے تعلق پیدا کروں گا“[74]

جس طرح روز محشر رحم کے پکارنے کے بارے میں خواجہ صاحبؒ نے بیان کیا ہے، بعینہ صاحبِ مفاتح الغیبؒ نے لکھا:

”أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ صِلَةُ الرَّحِمِ،ثَلَاثٌ يَأْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا ذَلَقٌ الرَّحِمُ تَقُولُ، أَيْ رَبِّ قُطِعْتُ، وَالْأَمَانَةُ تَقُولُ: أَيْ رَبِّ تُرِكْتُ، وَالنِّعْمَةُ تَقُولُ:أَيْ رَبِّ كُفِرْتُ“[75]

”مراد اس سے صلہ رحمی ہے، تین جو قیامت کے دن آئیں گے ان کا رحم ہو گا جو کہے گا۔ اے رب، میں کٹ گیا تھا۔ امانت بولے گی اور کہے گی: میں نے کس رب کو چھوڑا ہے، اور نعمت کہے گی۔ میں نے کس رب کو نہیں مانا“

---

72 الرعد 13 : 25

73 خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، راحت المحبین (ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ)، مرتب کنندہ (حضرت خواجہ امیر خسروؒ)، در مطبع سعی محمد میر حسن رضوی (دہلی)، ص:24

74 حضرت خواجہ امیر خسرو، راحت المحبین، (ترجمہ: ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیار حمہ اللہ)، شبیر برادرز (لاہور)، ص:22

75 مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، ج:19، ص:34

دونوں تفاسیر کو بغور دیکھا جاسکتا ہے، جس طرح رحم کی پکار کو خواجہ صاحبؒ نے بیان کیا ہے کہ محشر میں رحم پکارے گا کہ جس نے دنیا میں مجھے کاٹا تھا آج وہ اپنے رب سے کٹ گیا، یعنی دور ہو گیا، بعینہ خواجہ صاحبؒ نے بھی اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ گویا کُتب تفاسیر اور خواجہ صاحبؒ کے تفسیری افادات میں مماثلت نظر آتی ہے۔

سوسائٹی میں امن کو قائم کرنے پر جزا (تقدیری فیصلہ میں ترمیم):

اس مجلس میں خواجہ صاحبؒ نے ایک آیہ مجیدہ تلاوت فرمائی اور اُس کی تفسیر میں اللہ کی طرف سے صلہ رحمی یعنی معاشرے میں امن کی فضاء قائم رکھنے والے کے لیے جزا کو بیان کیا ہے، یعنی انسان کی تقدیر میں اُس کے لیے پہلے سے بہتر رقم کر دیا جاتا ہے، ارشاد ہے:

"يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَه أُمُّ الْكِتٰبِ"[76]

"اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے"

خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں، صاحبِ تفسیر کشاف نے لکھا:

"بعدازاں فرمود کہ درتفسیر کشاف نبشتہ دیدہ ام امام ضحاک قول نبشتہ است در آیۃ" يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ " یعنے چون کسے باخویشان ورحم بہ پیوندد اگر از عمر اوسہ سال ماند باشد خداے تعالے سے سال درعمر اوزیادہ گردا ند ازاقربائی خویش برد فرمان شود تاازلی لوح محفوظ نام اوپاک گردانندوازسال بازآند"[77]

"پھر فرمایا کہ میں نے تفسیر کشاف میں اس آیہ مجیدہ" يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ "کے بیان میں لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنوں پر رحم کرتا ہے اگر اس کی عمر کے تین سال باقی ہوں تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ لوح محفوظ سے اس کا نام مٹا دیا جائے اور اس کی عمر کے سال واپس کیے جائیں"[78]

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خواجہ صاحبؒ جب قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے تھے تو آپؒ کی نظر ذخیرہ کُتب تفاسیر پر ہوتی تھی، کبھی آپؒ تفسیر ناصری یعنی تفسیر بیضاوی سے اور کبھی تفسیر کشاف یعنی زمخشری سے اقتباسات بیان کرتے تھے، گویا آپؒ کا رجحان متقدمین مفسرین کی طرف زیادہ مائل رہتا تھا۔ جو تفسیر آپؒ نے کی ہے، بعینہ دیگر مفسرین کرام کے ہاں بھی یہی نظریہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ تفسیر بغوی میں ابن مسعودؓ نے بھی اس آیہ مجیدہ کی اسی انداز میں تفسیر کی ہے جس منہج کو خواجہ صاحبؒ نے اپنایا ہے۔ قابل دید بات یہ ہے کہ بغوی کا نام بھی متقدمین ہی میں آتا ہے، آپؒ چوتھی صدی ہجری کے مفسر تھے، گویا خواجہ صاحبؒ اُن مفسرین کرام کو اپنی نظر میں رکھتے تھے جو تفسیر کی دنیا کے بانی ہیں، یعنی جو علم تفسیر کی بنیادیں رکھنے والے تھے۔

---

[76] الرعد 13 : 39

[77] راحت المحبین، ص:24

[78] راحت المحبین، ص:22

نتائج بحث:

مذکورہ بالا بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشائخ چشت کے ملفوظات میں تفسیری افادات کی کُتب تفاسیر جن میں تفسیر بیضاوی، تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، تفسیر روح المعانی، تفسیر الخازن، تفسیر تستری، تفسیر الماوردی، تفسیر الفواتح الإلهية والمفاتح الغيبية، تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، تفسير عبد الرزاق، تفسیر التسهيل لعلوم التنزيل (تفسیر ابن جزی)، تفسیر الهداية إلى بلوغ النهاية في علم معاني القرآن وتفسيره، تفسیر تبیان القرآن، تفسیر روح البیان، تفسیر خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، تفسیر امام شافعی، تفسیر مظہری اور روائع التفسیر (الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلي) جیسی معتبر اور اکابر تفاسیر شامل ہیں، کے ساتھ زیادہ حد تک موافقت ہے، مگر چند ایک مقامات پر جو تفاسیر ہیں جیسا کہ سورۃ مزمل کے فضائل کا بیان اور اصحاب کہف کا بازار سے کھانا منگوانا جس کے بارے میں مفسرین کرام نے لکھا ہے، حلال، پاکیزہ اور سستا کھانا۔ تو ایسے کچھ نکات میں انفرادیت نظر آئی ہے، مگر انفرادی تفسیر بھی قرآن حکیم کے ظاہر معنی و مفہوم کے عین مطابق ہے، گویا نتیجتاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشائخ چشت کے تفسیری افادات کُتب تفاسیر کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔

سفارشات:

مشائخ چشت کے ملفوظات میں تفسیری افادات کے علاوہ احادیث، علم اصولِ حدیث، فقہ، علم اصول فقہ اور کلامی مباحث کے علاوہ تصوف اور اصولِ تصوف پر بھی کلام موجود ہے۔ اِن تمام عنوانات پر تحقیقی کام ممکن ہے۔

- جس طرح تفسیری نِکات کا کُتب تفاسیر کے ساتھ تجزیہ کیا گیا ہے، بعینہ مشائخ کے ذوقِ حدیث پر بھی کام کیا جاسکتا ہے۔
- ملفوظات میں کلامی اور اصولی بحثیں بھی بے شمار دیکھنے کو ملی ہیں، اِن پر بھی مختلف انداز میں تحقیقی کام ممکن ہے۔
- متعدد مقامات پر اسرائیلیات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، اِن پر بھی تخریج و تجزیہ ممکن ہے۔
- ملفوظات میں صوفیاء کرام کے حالات وواقعات کی ایک لمبی فہرست ہے، اُن پر علیحدہ علیحدہ کام کیا جاسکتا ہے۔
- معاشی، معاشرتی اور اقتصادی معاملات اور اُن کا حل قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ ملفوظاتی ادب میں موجود ہے، اس پر علیحدہ سے تفصیلی کام ممکن ہے۔
- مشائخ چشت اپنے دور کے سلاطین کی تربیت فرماتے تھے، یعنی ریاستی استحکام و امن پر بھی ملفوظات کی روشنی میں تحقیقی کام ممکن ہے۔

@ 2022 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)